سفرنامہ شیخ الہندؒ

اسیر مالٹا

از

شیخ الحرم مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

دینی بک ڈپو دہلی

کے زور سے نہ نکالو۔ وہ کچھ پیچ و تاب کھا کر جواب دے رہا تھا کہ اتنے
میں میں (کاتب الحروف) پہونچ گیا۔ قصہ دریافت کیا حال معلوم ہوا آخر کار
یہ رائے قرار پائی کہ سید ابن عاصم صاحب سے اس بارے میں چارہ جوئی
کرنی چاہیئے وہ کچھ اس بارہ میں سعی کریں۔ چنانچہ ہم سب ان کے مکان پر گئے
تو معلوم ہوا کہ ان کو پہلے سے خبر ہے کہ رات کو یہ حکم شریف کا شیخ الاسلام
کے پاس آچکا ہے۔ پھر آخر کار رائے یہ ہوئی کہ سب کو مل کر شیخ الاسلام کے
پاس حمیدیہ میں جہاں حکام کا مرکز ہے چلنا چاہیئے، اور اُس سے گفت و شنید
کرنی چاہیئے۔ چنانچہ وہاں گئے۔ اوّل سید صاحب اوپر گئے ہم سبھوں کو نیچے
بٹھا گئے۔ انھوں نے جب شیخ الاسلام سے گفتگو کی تو اس نے وُہی فتوے
پر دستخط نہ کرنے کا الزام رکھا انھوں نے جواب دیا کہ وہ نیچے موجود ہیں۔ ان میں سے
حسین احمد عربی میں آپ کو وجہ اور اصلیت بتلا سکتا ہے۔ اسکو بلایئے اور تحقیق کیجئے۔

شیخ الاسلام سے گفتگو

الغرض مجھکو بلایا گیا۔ انھوں نے کہا کہ مولانا
ہمارے مخالف ہیں۔ ہمکو باغی کہتے ہیں ہمکو
خارجی کہتے ہیں۔ اسلیئے ان کو باغیوں کی حکومت میں نہ رہنا چاہیئے میں نے
کہا کہ آخر آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا انھوں نے کہا کہ مولانا نے فتوی پر
دستخط کیوں نہیں کئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ خود نقیب کو بلا کر پوچھیئے۔ چونکہ اس
کا عنوان (سُرخی) یہ تھا کہ من علماء مکۃ المکرمۃ المدرسین بالحرم
المکی تو مولانا نے فرمایا کہ نہ تو میں مکہ معظمہ کے علماء میں سے ہوں اور نہ میں
مسجد الحرام میں پڑھاتا ہوں۔ اس لئے مجھکو اس پر دستخط کرنے کا کوئی استحقاق
نہیں۔ اُس نے اس جواب کا انکار کیا آخر کار نقیب بلایا گیا۔ اور اس نے اسکی
تصدیق کی۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تم ہمارے حکم سے نافرمانی کرتے ہو میں نے

کہا کہ ہمارے پاس خبر لانے والے تو یہی لوگ ہوتے ہیں۔ فرشتے تو لانے سے رہے۔
الغرض اخیر میں اس نے اجازت دیدی کہ کل کو تشریف آجائے گا تو خود ان سے گفتگو کر لینا ہم خوشی خوشی گھر چلے آئے اور سارا قصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تمام راستہ بیان کرتے رہے خیال یہ بھی ہوتا تھا کہ شب کو کسی طرف نکل چلیں تاکہ ان کی دست برد سے بچے رہیں۔

مصالحت کی کوشش

مگر حافظ عبدالجبار صاحب دہلوی نے کوشش کی کہ شیخ الاسلام کی مولانا سے صفائی ہو جائے تو بہتر ہے وہ شریف سے بھی کہہ دے گا۔ اس لیے لوگوں کو درمیان میں ڈال کر کچھ گفت گو کی اور مجھکو بلا کر کہا کہ اگر تو اس پر راضی ہو کہ شیخ الاسلام کے ہاتھ چوم کر معافی طلب کرے تو یہ سب قصہ رفع دفع ہو جائیگا میں نے کہا کہ مولانا کی راحت کیلئے شیخ الاسلام کے ہاتھ تو درکنار ہیں تو پاؤں بھی چومنے کے لئے تیار ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ مغرب کے بعد تو ہمارے مکان پر آجانا ہم تجھ سے پہلے شیخ الاسلام کے یہاں جائیں گے اور پھر جس وقت ہمارا آدمی تیرے پاس آوے تو اسکے ساتھ چلے آنا۔ الغرض ایسا ہی کیا گیا۔ مغرب عشاء کے درمیان میں وہ حضرات مجتمع ہو کر علی مالکی (مفتی مالکیہ) کے مکان پر گئے وہیں شیخ الاسلام شام کو بوجہ اپنی سسرال ہونے کے بیٹھا کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس آدمی آیا میں وہیں پہنچا شیخ الاسلام کے ہاتھ چومے اور معافی طلب کر کے ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ اس نے جواب دیا کہ خواہ ہم نے ترکوں سے لڑنے میں غلطی کی یا صواب کیا مگر اب جبکہ لڑائی ٹھن گئی اور ہم اس میدان میں اتر آئے ہیں تو جب تک کہ ہماری عورتیں اور بچے باقی ہیں ہم لڑیں گے۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر قہوہ پی کر میں چلا آیا۔ اب جملہ احباب کو

جس طریقہ کو غالباً اُس نے اپنی تمام عمر میں کہیں دیکھا نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس نے حکیم نصرت حسین صاحب سے شکایت کی اور کہا کہ غالباً مولانا کو کبھی حکّام سے ملنے اور اُن سے طرزِ معاشرت کا سابقہ نہیں پڑا ہے۔ اُس نے پتہ وغیرہ لکھنے کے بعد سوالات کئے۔

سوال مستنطق۔ آپ کو شریف نے کیوں گرفتار کیا؟

جواب مولانا۔ اس کے محضر پر دستخط نہ کرنے کی بناء پر۔

مستنطق۔ آپ نے اُس پر کیوں نہ دستخط کئے۔؟

مولانا۔ مخالف شریعت تھا۔

مستنطق۔ آپ کے سامنے مولوی عبدالحق حقانی کا فتویٰ ہندوستان میں پیش کیا گیا تھا؟

مولانا۔ ہاں۔

مستنطق۔ پھر آپ نے کیا کیا؟

مولانا۔ رد کردیا۔

مستنطق۔ کیوں؟

مولانا۔ مخالف شریعت تھا۔

مستنطق۔ آپ مولوی عبیداللہ کو جانتے ہیں؟

مولانا۔ ہاں۔

مستنطق۔ کہاں سے؟

مولانا۔ اُنھوں نے دیوبند میں مجھ سے عرصہ دراز تک پڑھا ہے۔

مستنطق۔ وہ اب کہاں ہیں؟

مولانا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں عرصہ ڈیڑھ سال سے زیادہ ہوتا ہے کہ حجاز وغیرہ میں ہوں۔

طاقت جنگ کی ہو گی۔

مستنطق۔ فرماتے تو آپ سچ ہیں۔ مگر ان کاغذات میں ایسا ہی لکھا ہے۔

مولانا۔ اس سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کی باتیں کس قدر پایۂ اعتبار رکھ سکتی ہیں۔

مستنطق۔ شریف کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا۔ وہ باغی ہے۔

مستنطق۔ حافظ احمد صاحب کو آپ جانتے ہیں۔؟

مولانا: خوب" وہ میرے اُستاد زادے ہیں اور بہت سچے اور مخلص دوست ہیں۔ میری تمام عمر ان کے ساتھ گذری ہے۔

غرضکہ اسی قسم کے بہت سے سوالات وہ کرتا رہا۔ حدودِ افغانستان اور قبائل و نیز کابل وغیرہ کی نسبت بھی سوالات کئے۔ مولانا بھی مختصر مختصر جملوں میں مگر نہایت بے رُخی کے ساتھ جواب دیتے رہے وہ سب کو انگریزی میں لکھتا رہا اور پھر مولانا کو جیل میں واپس ہونے کے بعد ہمارے پاس نہیں لائے گئے۔ بلکہ اندر جیلخانہ میں بھیجدیئے گئے اور وہاں ایک چھوٹی کوٹھری میں بند کر دیئے گئے۔ اُس کوٹھری میں تین چارپائیوں کی جگہ تھی۔ دو برابر طول میں بچھ سکتی تھیں۔ اور ایک عرض میں۔ مگر ایک ہی چارپائی اُس میں بچھی ہوئی تھی

مصر کے سیاسی قید خانے کی چارپائی

وہاں چارپائیاں چیڑ کی لکڑی کے تین تختے لمبائی میں رکھنے اور دو ٹیوں پر رکھدینے سے بن جاتی ہے۔ ان دونوں ٹیوں میں معمولی سے سہ شاخہ پائے جڑے ہوتے ہیں اس صورت پر آسانی ہوتی ہے۔ اس چارپائی کی نقل و حرکت میں تینوں تختے اوپر کے علیحدہ ہو جاتے

پٹی

پائے